مناسبت مدت سے گذر جائے ہاں عزل کی گنجائش ہو سکتی ہے اگرچہ شریعت نے اس کو کوئی بہتر شے قرار نہیں دیا۔ مگر اس پر کوئی ایسی سختی بھی نہیں کی۔ سو جو عزل کرنا چاہے کر سکتا ہے عزل اسے کہتے ہیں کہ انزال کے وقت پانی باہر ڈال دیا جائے اور بہتر ہے کہ عزل بھی نہ ہو کیونکہ حدیث میں ہے۔ جو روح دنیا میں آنی ہے وہ بہر صورت آئے گی ایسے حیلوں سے رک نہیں سکتی امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے حمل قرار پانے میں قریباً پچاس روز کا فاصلہ تھا اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ خدا کے حوالہ کرنا بہتر ہے۔

نوٹ:۔ آج کل برتھ کنٹرول یعنی ضبط تولید کی بہت حمایت کی جا رہی ہے یہ وبا یورپ سے چل کر ہندوستان میں بھی چھوٹ پڑی تہذیب یورپ کے دلدادہ مرد اور عورتیں اس کا شکار نظر آ رہی ہیں ان کے خیال میں اولاد ایک مصیبت اور جنجال ہے جو میاں بیوی کے تعیش اور آزادی کے راستہ میں زبردست رکاوٹ ہے حالانکہ یہ خیال، اخلاقی، اقتصادی، سیاسی نقطہ نظر سے قابلِ نفریں ہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

حقوق العباد کا بیان

امانت۔ عاریت

سوال:۔ میرا بھائی جب فوت ہونے لگا تو اس نے کچھ روپیہ مجھ کو دیا کہ میری طرف سے تم خود حج کرنا وہ روپیہ میں نے اپنے پاس رکھ لیا کہ وقت پر حج کر آؤں گا۔ اسی اثنا میں مجھ سے دو ہزار روپیہ ٹھگ کر لے گیا بھائی کا حج کے لئے دیا ہوا روپیہ بھی اس میں آ گیا اب میرے پاس سوائے سات ایکڑ زمین کے اور کوئی جائیداد نہیں ہے اب عرض یہ ہے کہ اگر کسی حاجی کو کچھ روپے دیدیئے جائیں کہ وہاں جا کر میرے بھائی کا حج کرا دیویں ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ باقی روپیہ میرے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟

مولوی عبدالحق چک نمبر ۲۲ بہاولپور

جواب:۔ مال حقوق تین قسم ہیں۔ عین۔ دَین۔ عین دَین

عَین وہ ہے جو شے کے ساتھ تعلق رکھے جب تک وہ شے موجود ہو اس کا ادا کرنا ضروری ہے جب وہ نہ رہے تو حق ساقط ہو جائے۔

دَین وہ ہے جو ذمہ ہو معین شے کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہو۔

عَین دَین جو پہلے معین شے کے ساتھ تعلق رکھے اگر وہ نہ رہے تو ذمے ہو جائے اب ان کے دلائل سنیئے فتح البیان وغیرہ میں زیر آیت کریمہ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا (یعنی اللہ تعالیٰ تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانتوں والوں کو پہنچا دو۔) لکھا ہے۔

۱۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتح مکہ کیا اور عثمان بن طلحہؓ سے کعبہ کی چابی لے لی، تو جبرائیل علیہ السلام چابی کے لوٹانے کا حکم لے کر اترے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن طلحہ کو بلا کر چابی اس کے حوالے کر دی اور یہ آیت پڑھی۔

۲۔ بلوغ المرام میں ہے کہ سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عَلَى الْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّىٰ تُؤَدِّيَهُ رواہ احمد والاربعۃ وصححہ الحاکم (بلوغ المرام باب العاریۃ) یعنی جو شے ہاتھ نے لی ہے اس پر اس کا ادا کرنا ہے۔

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَىٰ مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ رواہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ وصححہ الحاکم واستنکرہ ابوحاتم الرازی (حوالہ مذکورہ)

یعنی جس نے تجھے امین جان کر کوئی امانت رکھی اس کی امانت ادا کر اور جس نے تیری خیانت کی تو اس کی خیانت مت کر۔

۴۔ نیز بلوغ المرام باب العاریۃ میں ہے۔

عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَتْكَ رُسُلِي فَأَعْطِهِمْ ثَلَاثِينَ دِرْعًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ عَارِيَةٌ مَضْمُونَةٌ أَوْ عَارِيَةٌ مُؤَدَّاةٌ قَالَ بَلْ عَارِيَةٌ مُؤَدَّاةٌ

رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وصححہ ابن حبان

یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میرے قاصد تیرے پاس آئیں تو ان کو تیس زرہیں دیدے میں نے کہا یا رسول اللہ یہ عاریت ذمہ اٹھائی گئی ہے یا ادا کی گئی فرمایا ادا کی گئی۔

۵۔ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعَارَ مِنْهُ دُرُوْعًا يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ اَغَصْبٌ يَا مُحَمَّدُ قَالَ بَلْ عَارِيَةٌ "مَضْمُوْنَةٌ" (حوالہ مذکور)

صفوان بن امیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حُنین کے دن اس سے کچھ زرہیں عاریتاً مانگیں (چونکہ اس وقت کافر تھا) کہا اے محمد! کیا غضب کروگے؟ فرمایا بلکہ عاریت ذمہ اٹھائی گئی۔

سبل السلام میں ہے فی روایۃ ابن عباس فَضَاعَ بَعْضُهَا فَعَرَضَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَضْمَنَهَا لَهُ فَقَالَ اَنَا الْيَوْمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْغَبُ فِي الْاِسْلَامِ۔

ابن عباس رض کہتے ہیں بعض زرہیں ان سے ضائع ہوگئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھر نی چاہیں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! آج میں اسلام میں رغبت رکھنے والا ہوں (سبل السلام ص۳۹ ابوداؤد باب تضمین العاریۃ) میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان کو کہا اِنَّا قَدْ فَقَدْنَا مِنْ اَدْرَاعِكَ اَدْرَاعًا فَهَلْ نَغْرَمُ لَكَ قَالَ لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِاَنَّ فِي قَلْبِي الْيَوْمَ مَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان کو کہا کہ ہم نے تیری زرہوں سے کئی زرہیں گم پائی ہیں کیا تاوان بھریں؟ صفوان نے کہا نہیں، کیونکہ آج میرے دل میں وہ بات ہے جو اس دن نہیں تھی۔ یعنی آج میرے دل میں اسلام ہے۔

۶۔ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَرَ عَلٰى مُعَاذٍ مَالَهُ وَبَاعَهُ عَنْ دَيْنٍ كَانَ عَلَيْهِ (بلوغ المرام باب التفلیس)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ پر اس کا مال بند کردیا (کہ وہ اس میں تصرف نہ کرسکے) اور اس کا مال اس قرض میں فروخت کردیا جو اس پر تھا۔

اخیر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ دَین یعنی قرض کسی خاص شے سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ ذمے ہے اس لئے اپنی گھر کی اشیاء فروخت کرکے بھی ادا کرنا پڑے گا۔ بلکہ جاہلیت میں تو مقروض کو بھی فروخت کر دیتے تھے۔ چنانچہ معاذ کے قرض خواہوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہی درخواست کی کہ معاذ (کے مال سے ہمارا قرض پورا نہیں ہوا) کو ہمارے قرض میں فروخت کردو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَيْسَ لَكُمْ اِلَيْهِ سَبِيْلٌ (سبل السلام ص۳۹) یعنی معاذ کی طرف تمہیں کوئی رستہ نہیں

چوتھی اور پانچویں حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شے برتنے کے لئے مانگ کرلے اگر اس کی ذمہ داری لے لے تو جب تک وہ شے موجود ہے اس وقت تک وہ شے ادا کرے اگر تلف ہوجائے تو اس

کی قیمت بھرے اور اگر ویسے ہی مانگ کر کوئی شے لے اور ذمہ داری نہ اٹھائے تو جب تک وہ شے موجود ہے وہ شے ادا کرنی پڑے گی، اگر اتفاقیہ تلف ہو گئی تو معاف ہے۔

اس تفصیل سے تینوں قسمیں معلوم ہو گئیں ایک دَین جس کا کسی خاص شے سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ذمہ ہے دوسری عَین جس کا تعلق ایک خاص شے سے ہے تیسری عَین دَین جس کا تعلق شے کے وجود تک اس شے سے ہے تلف ہو جانے کے بعد ذمہ ہو جاتی ہے۔

امانت

عاریت کے مسئلہ سے امانت کا مسئلہ بھی معلوم ہو گیا کیونکہ عاریت انسان مانگ کر لیتا ہے۔ اور اس سے مقصود اپنا مطلب لینا ہے جب تلف ہونے کی صورت میں اس کا بھرنا ضروری نہیں تو جو شے دوسرا شخص اپنے طور پر اس کے پاس رکھتا ہے اور یہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ نہ کسی جگہ برت سکتا ہے۔ بلکہ ویسے محض احسان کے طور پر اس نے حفاظت کا بوجھ اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ تو تلف ہونے کی صورت میں یہ اس کو کس طرح بھرنی پڑے گی، ہاں اگر بغیر اجازت کے برت لے یا حفاظت میں اس کی بے پرواہی ثابت ہو جائے۔ یعنی جس طرح اپنی شے کی حفاظت کی جاتی ہے اس طرح حفاظت نہ کرے۔ تو پھر یہ قصوروار ہے کیونکہ جس شے کا اس نے ذمہ لیا تھا۔ اور جس شرط سے دوسرے نے اس پر اعتماد کر کے شے اس کے حوالہ کی تھی اس نے اس کو پورا نہیں کیا۔ اگر اس حال میں امانت تلف ہو گئی تو بھرنی پڑے گی۔ جیسے عاریت بے احتیاطی برتنے کی صورت میں بھرنی پڑتی ہے غرض قصوروار ہونے کی صورت میں عاریت یا امانت کا حکم غصب کا ہو جاتا ہے

غصب

غصب یہ ہے کہ ویسے ہی کسی سے کوئی شے زور کے ساتھ لے لے یا دبا لے۔ جیسے پانچویں نمبر کی حدیث میں صفوان بن امیہ رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا۔ کیا غصب کر گئے ہو غصب کو شریعت نے تیسری قسم میں داخل کیا ہے۔ یعنی عَین دَین میں داخل کیا ہے جب تک غصب شدہ شے موجود ہے۔ اس وقت تک اس شے کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے اگر تلف ہو جائے یا کھا جائے تو

اس کی قیمت بھرے چنانچہ بلوغ المرام باب الغصب میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری میں، اس کے گھر میں تھے۔ دوسری بیوی نے خادم کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا بھیجا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے غیرت میں آکر پیالہ پھوڑ دیا جس سے کھانا نیچے گر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طَعَامٌ بِطَعَامٍ وَ اِنَاءٌ بِاِنَاءٍ یعنی کھانے کے بدلے کھانا پیالے کے بدلے پیالہ ——— اس سے معلوم ہوا کہ قصور وار سے شے بھری جاتی ہے خواہ یہ قصور ہو کہ اس نے غصب کر کے لی۔ یا یہ قصور ہو کہ عاریت کے برتنے میں بے احتیاطی کی یا ویسے ہی کسی کا نقصان کر دیا۔ ان سب صورتوں میں وہ شے بھرنی پڑے گی۔

سوال کی صورت میں اگر بھائی نے حج کے علاوہ بطور قرض روپیہ برتنے کی اجازت دی تھی۔ تو پھر یہ قرض ہو گیا اور قرض دینا پڑے گا خواہ اپنے گھر کی اشیاء فروخت کر کے دے۔ کیونکہ وہ ذمے ہے اگر بھائی کی اجازت کے بغیر برت لیا ہے تو یہ غصب ہے اور غصب کی صورت میں بھی شے دینی پڑتی ہے خواہ ٹھگ کے ہاتھ روپیہ تبھی گیا جب برتنے کا قصد ہوا۔ ورنہ ٹھگ کے ہاتھ نہ جاتا۔ پس یہ صرف ہر صورت میں بھرنا پڑے گا۔ کیونکہ یہ ایک قسم کی امانت ہے اور امانت کے ادا کرنے کی تاکید ہے جیسا کہ آیت کریمہ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات میں تاکید کے ساتھ حکم دیا ہے اور نمبر ۱ کی حدیث میں اس کے لئے جبرئیلؑ کا اترنا مذکور ہے اور نمبر دو کی حدیث میں ہاتھ کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ ذمہ دار وہ شخص ہے جس نے شے لی ہے ایسے کلام سے بھی تاکید مقصود ہوتی ہے اور نمبر تین کی حدیث میں تو اس قدر تاکید کی ہے۔ کہ اگر کسی نے خیانت کی ہو اس کی خیانت سے بھی روکا ہے اگرچہ صحیح مذہب کی بناء پر یہ حکم استحبابی ہے لیکن اس سے تو اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ امانت کا معاملہ بہت نازک ہے ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث میں حقوق العباد کی تاکید آئی ہے۔

غرض اس بوجھ سے حتی الوسع جلد سبکدوش ہونا چاہیئے۔ رہا حج کا مسئلہ سو وہ معلوم ہے جب انسان کے ذمہ حج فرض ہوتا ہے تو اس کو حکم ہے کہ وہ خود کرے اگر خود نہیں کر سکتا تو اس کی طرف سے دوسرا کرے۔ مرنے والے کے بھائی کی وصیت زندہ بھائی نے منظور کی۔ اور روپیہ اپنے پاس لے لیا تو گویا اب زندہ بھائی پر مرنے والے بھائی کی طرف سے حج فرض ہو گیا۔ اگر زندہ بھائی ایسا کمزور ہے کہ اگر اسے اپنا حج کرنا پڑتا تو اس کی بھی طاقت نہ رکھتا تو اس صورت میں کسی دوسرے کو روپیہ دیدے تاکہ وہ حج

کرائے۔ مگر وہ ایسا شخص ہونا چاہیئے۔ جس نے پہلے اپنا حج کیا ہو۔

آج کل تین سو روپے میں تو حج ہو جاتا ہے لیکن ذرا تکلیف ہوتی ہے اگر کوئی نیک اعتبار والا آدمی جو پہلے حج کر چکا ہو۔ تین سو روپے میں حج کر جانا منظور نہ کرے۔ تو پھر یہ روپے جہاد میں دیدینے چاہئیں۔ کیونکہ حج کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد فرمایا ہے۔ اگر جہاد کا بھی موقعہ نہ ہو تو پھر درس میں دے دینے چاہئیں۔ کیونکہ درس و تدریس کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ جہاد فرمایا ہے

عبداللہ امرتسری روپڑی

مسئلہ ظفر اور حدیث لَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ

سوال۔ اگر ایک شخص کا دوسرے کے ذمہ قرض ہے یا کوئی اور شے اس سے لینی ہو اور وہ دیتا نہ ہو۔ اور اس حال میں اس کی کوئی شے اس کے ہاتھ آجائے تو کیا شرعاً یہ اس بات کا مجاز ہے کہ اپنے حق کے اندازے پر اس شے سے اپنا حق وصول کرے اس کا نام مسئلہ ظفر ہے یعنی کامیابی کا مسئلہ سبل السلام میں اس مسئلہ میں چار قول لکھے ہیں

پہلا قول

بعض کہتے ہیں کہ حاکم کے پاس لے جائے اگر حاکم دلادے تو لے لے کیونکہ حدیث میں ہے۔ لَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ جو تیری خیانت کرے تو اس کی خیانت نہ کر۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ یعنی اپنے مال آپس میں باطل کے ساتھ نہ کھاؤ مگر کہ رضا مندی کے ساتھ تجارت ہو۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا یعنی اللہ تمہیں امانت کے ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔

دوسرا قول

حنفیہ کہتے ہیں جو شے ہاتھ آئی ہے اگر وہ حق کی جنس سے ہو تو لے لے ورنہ نہ لے مثلاً اگر روپے لینے تھے تو روپے ہاتھ آگئے یا گیہوں لینے تھے تو گیہوں ہاتھ آگئے۔ ایسی صورت میں اس کو اجازت ہے کہ اپنا حق لے کر باقی دیدے۔ اگر غیر جنس ہو جیسے روپے لینے تھے ہاتھ گیہوں آئے۔ تو ایسی صورت میں اس کو رکھنے کی اجازت نہیں اسی طرح اگر گھوڑے لینی تھی اور اسی قسم کی گائے اس کے ہاتھ آگئی تو

گائے رکھنی جائز ہے، اگرچہ یہ اس گدھے سے ملتی جلتی ہو جو لینی تھی کیونکہ حیوان خواہ حیوان سے کتنا ہی ملتا ہو اندرونی اوصاف میں بڑا فرق ہوتا ہے اس لئے یہ غیر جنس میں داخل ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهٖ (سورہ نحل رکوع اخیر) یعنی اگر بدلہ لو تو اتنا ہی لو جتنی تم تکلیف پہنچائے گئے ہو۔ نیز قرآن شریف میں ہے وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (سورہ شوریٰ رکوع ۴) یعنی برائی کا بدلہ اس کے مثل برائی ہے۔

ان تینوں آیات میں مثل کا لفظ آیا ہے اور اصل مثل وہی ہے جو ہم جنس ہو کیونکہ غیر جنس میں کمی بیشی کی بہت گنجائش ہے نیز جو شے اس نے اس سے لی ہے اسی کا حقدار ہے غیر شے میں اس کا کیا حق ہے۔

تیسرا قول

جمہور کہتے ہیں شرعاً اس کو اجازت ہے جس طرح چاہے اپنا حق وصول کرے خواہ حق کی جنس سے کوئی شے ملے یا غیر جنس سے کیونکہ آیت کریمہ وان عاقبتم اور آیت کریمہ جزاء سیئۃ سے بدلہ لینا ثابت ہے پس ضروری ہے کہ حدیث لا تخن من خانک استحباب پر محمول ہو اور آیت کریمہ ان اللہ یامرکم کا یہ مطلب نہیں کہ اپنا حق بھی نہ لو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنا اس کا بنتا ہے اس کو دیدو سو جو اس کے حق سے زائد ہوگا، وہ بیشک دیدینا چاہیئے۔ اور آیت کریمہ لا تاکلوا اموالکم میں باطل کے ساتھ کھانے میں نہی کی ہے اور اپنا حق وصول کرنا باطل نہیں جیسے تجارت کے ساتھ اور حاکم کے پاس مقدمہ لے جاکر اور ہبہ وغیرہ کی صورت میں باطل نہیں کیونکہ آیتوں اور حدیثوں سے یہ صورتیں ثابت ہیں اور اس طرح اوپر کی دو آیتوں سے بدلہ ثابت ہے اور حنفیہ کا مثل کو ہم جنس میں بند کرنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ احرام کی حالت میں حاجی کسی شکار کو قتل کردے تو اس کی بابت حکم ہے کہ جزاء مثل دے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ (پارہ ۷ رکوع ۳) یعنی جو شکار قتل کیا ہے اس کی مثل چار پاؤں سے بدلہ دے مثلاً ہرنی قتل کرے تو بکری دے۔ اگر خرگوش قتل کرے تو بکری کا بچہ دے غرض دو سمجھدار ہوشیار اچھے آدمی جو کچھ فیصلہ کردیں کہ یہ اس کی مثل ہے، اس کا دینا حاجی محرم پر لازم ہو جائے گا۔ آگے خواہ اس کو قربانی کی صورت میں مکہ میں بھیج دے یا اسی جگہ اس کی قیمت کا مسکینوں کا کھانا کھلا دے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مثل عام ہے ہم جنس۔ غیر ہم جنس سب کو شامل ہے ہاں غیر ہم جنس میں اتنا ضرور کرنا چاہیئے۔ کہ کم سے کم اچھے دو آدمیوں سے قیمت طے کرا لے اس کے بعد جتنا اس کا حق ہے رکھ لے باقی اس شے والے کو واپس کر دے اگر قیمت حق سے زائد نہ ہو تو ساری رکھ لے۔ خلاصہ یہ کہ جمہور کے نزدیک جنس غیر جنس کی کوئی شرط نہیں جس طرح موقعہ لگے اس طرح اپنا حق وصول کرے۔ امام شافعیؒ کا بھی زیادہ قول مشہور یہی ہے۔

چوتھا قول

ابن حزمؒ کہتے ہیں جب کوئی شے ہاتھ آئے تو اپنا حق وصول کرنا واجب ہے۔ اگر وصول نہ کرے تو گنہگار ہو جائے گا۔ ورنہ معاف کر دے ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ نہ معاف کرے نہ وصول کرے اگر حق وصول کرنے کی صورت میں صاحب مال نے دعویٰ کر دیا کہ اس نے میری فلاں شے چرا لی یا دبا لی یا جبراً لے لی تو انکار کر دے اگر قسم دی جائے تو قسم کھا لے اور کسی طرح کا فکر نہ کرے کہ میں نے جھوٹ بولا ہے بلکہ اس میں اس کو اجر ہے۔

ابن حزمؒ کہتے ہیں امام شافعیؒ اور ابی سلیمانؒ اور ان دونوں کے شاگردوں کا یہی قول ہے پھر کہا ہے ہمارے نزدیک اگر کوئی دوسرا شخص ظلم کی کوئی شے پالے۔ تو اس پر بھی فرض ہے کہ مظلوم تک اس کا حق پہنچانے کی کوشش کرے دلیل اس کی اوپر کی دو آیتیں ہیں جو تیسرے قول کی دلیل ہیں ان کے علاوہ مندرجہ ذیل آیات احادیث بھی دلیل ہیں۔

۱۔ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ (سورۃ شوریٰ رکوع ۵)

یعنی جو ظلم کے بعد بدلہ لے اس پر مواخذہ کی کوئی سبیل نہیں۔

۲۔ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ۔

یعنی نیک لوگ وہ ہیں جن پر کوئی سرکشی کرے تو بدلہ لیتے ہیں۔

۳۔ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ (سورۃ بقر رکوع ۲۴)

حرمت والی اشیاء کا بدلہ ہیں۔

۴۔ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ

یعنی جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اس کی مثل زیادتی کرو۔

بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم کسی قوم پر اترو اور وہ تمہیں مہمانی دیں تو لے لو۔ اگر وہ نہ دیں تو تم (بغیر اذن کے) مہمانی کا حق لیلو۔ یہ آیتیں اور حدیثیں صرف حق کے وصول کرنے کی دلیل ہیں ان سے وجوب ثابت نہیں ہوتا ان سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ خواہ وہ شے حق کی جنس سے ہو یا غیر جنس سے ہو لیلے۔ چنانچہ مہمان کو فرمایا کہ اپنی مہمانی کا حق لیلے۔ کھانا یا نقدی یا جو شے پائے اس سے اپنا حق پورا کرلے۔ اسی طرح دوسرے دلائل کو سمجھ لیں۔ رہی یہ بات کہ اگر نہ لے تو گنہ گار ہوجائے گا۔ سو اس کی ایک دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (سورۃ مائدہ رکوع اول) یعنی نیکی اور پرہیزگاری پر امداد کرو گناہ اور زیادتی پر امداد نہ کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنا حق ضرور وصول کرے۔ یا معاف کردے اگر دونوں باتوں سے کوئی نہ کرے تو گویا اس نے ظلم پر امداد کی۔ کیونکہ باوجود موقعہ پانے کے اس نے ظلم سے بچا سکنے کے نہ بچایا۔

دوسری دلیل حدیث من رای منکم منکرا فلیغیرہ الحدیث یعنی جو شخص برا کام دیکھے تو اس کو حسب طاقت بدل دے اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اپنا حق وصول کرنا ضروری ہے ورنہ گنہ گار ہوجائے گا۔ ابن حزم رح نے حدیث لَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ کے دو جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ یہ ضعیف ہے کیونکہ طلق بن غنام، شریک اور قیس بن ربیع سے روایت کرتا ہے اور یہ تینوں ضعیف ہیں دوسرا یہ کہ اپنا حق وصول کرنا خیانت نہیں۔ ہاں جو شخص اپنے حق سے زیادہ رکھ لے تو یہ خیانت ہے چونکہ لوگ ایسا بہت کرتے ہیں کہ اپنے تھوڑے حق کے مقابلہ میں دوسرے کی جتنی شے ہاتھ لگے دبا لیتے ہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تخن من خانک۔ یہ دلائل تو چوتھے قول کے ابن حزم رح نے دیئے ہیں، صاحب سبل الاسلام کہتے ہیں کہ چوتھے قول کی تائید حدیث اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا سے بھی ہوتی ہے یعنی اپنے بھائی کی امداد کر خواہ ظالم ہو یا مظلوم ظالم کی امداد کی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلائی ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑے اور اس کو ظلم سے روکے اور اس کو ظلم سے نکال دے پس حق والے کو چاہیئے کہ اپنا حق وصول کرکے یا معاف کرکے ظالم کو ظلم سے نکال دے ورنہ گناہ گار ہوگا۔ کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ امر وجوب کے لئے ہے خاص کر جب مظلوم کی امداد واجب ہے تو ظالم کی کیوں واجب نہ ہوگی۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

حرام کا انتقام حرام طریق سے

سوال :- محمد علی ۔ مسماۃ رحیم بی بی زوجہ دین محمد سکنہ باقی پور کو عرصہ اس لئے لے گیا ہے کہ مسمی خیر دین محمد علی کے چچا خوش محمد کی بیوی اغوا کر کے لے گیا تھا ۔ اور دین محمد نے اس کی حمایت کی تھی ۔ علاوہ ازیں محمد علی نے دین محمد سے تین صد روپیہ لینا تھا اور وہ دیتا نہیں کیا اس طرح بدلا لینا جائز ہے

جواب :- حقوق تین طرح کے ہیں ایک وہ جو خالص خدا کے لئے ہیں دوم وہ جو خالص بندوں کے لئے ہیں سوم وہ ہیں ——— جو مرکب ہیں یعنی ان میں خدا کا بھی حق ہے اور بندوں کا بھی ہے پہلے کی مثال توحید ، نماز وغیرہ اور دوسرے کی مثال بندے کا قرض وغیرہ تیسرے کی پھر تین قسمیں ہیں ۔ ایک وہ جس میں خدائی حق غالب ہو دوم وہ جس میں بندے کا حق غالب ہو سوم وہ جس میں دونوں برابر ہوں پہلے کی مثال سود وغیرہ ، دوسرے کی مثال کسی کا عضو کاٹ دینا اور فقہا حنفیہ نے کسی پر زنا کی تہمت بھی اس میں شمار کی ہے تیسرے کی مثال قتل مومن یہ کل پانچ قسمیں ہو گئیں (۱) خالص خدا کا حق (۲) خالص بندے کا حق (۳) مرکب جس میں خدائی حق غالب ہے (۴) مرکب جس میں بندے کا حق غالب ہے (۵) مرکب جس میں دونوں برابر ہیں ۔

پہلی قسم مشیت الٰہی میں ہے خواہ معاف کرے یا نہ مگر شرک کی بابت اس نے کہہ دیا ہے کہ میں معاف نہیں کروں گا ۔ نماز کا ترک بھی چونکہ کفر و شرک ہے اس لئے یہ بھی معاف نہیں کرے گا دوسری قسم بندے کے اختیار میں ہے خواہ چھوڑ دے یا وصول کرے لیکن جیسے خدا اپنے حقوق سے شرک معاف نہیں کرے گا ۔ گویا یہ ایسا ہو گیا جیسے شرک کی بابت خدا نے خبر دیدی اس لئے حق العباد کی بابت خبر دیدی صرف فرق اتنا ہے کہ شرک بغیر توبہ دنیا میں بھی معاف نہیں ہوتا ۔ حق العباد حق والا چھوڑ دے تو بغیر توبہ یہ بھی معاف ہو جاتا ہے تیسری قسم بھی خدائی مشیت میں ہے خواہ معاف کرے یا نہ چوتھی قسم بندے کے اختیار میں ہے پانچویں قسم دونوں کے اختیار میں ہے جتنے حق بندے کا ہے اتنا حق بندہ معاف کر سکتا ہے جتنا خدا کا ہے خدا معاف کر سکتا ہے مثلاً غلطی سے مومن کو قتل کر دے تو ایک غلام آزاد کرنا پڑتا ہے اگر غلام آزاد کرنے کی توفیق نہ ہو تو پے درپے دو ماہ کے روزے رکھے اور مقتول کے وارثوں کو پوری دیت (سو اونٹ) دینی پڑتی ہے غلام آزاد کرنا یا روزے رکھنا تو خدا کا حصہ ہے اور دیت وارثوں کا حصہ ہے اگر کوئی غلام نہ آزاد کرے نہ روزے رکھے تو یہ خدائی

مشیت میں ہے اور دیت کا معاملہ وارثوں کے سپرد ہے تیسری اور چوتھی قسم میں بعض دفعہ تغیر بھی ہو جاتا ہے مثلاً چوری کا معاملہ حاکم تک نہ پہنچے تو بندے کا حق ہے چاہے معاف کر دے چاہے نہ کرے۔ لیکن حاکم کے پاس پہنچنے کے بعد بندے کو معافی کا حق نہیں ہاں جو مال چرایا ہے اس میں حنفیہ و شافعیہ کا اختلاف ہے اگر وہ شے قائم ہو تو اس صورت میں اختلاف نہیں بلکہ دونوں متفق ہیں کہ وہ شے مالک کو لوٹا دی جائے اگر ہلاک ہو گئی ہو تو حنفیہ کہتے ہیں کہ چور پر اس کی قیمت نہیں پڑتی شافعیہ کہتے ہیں کہ چور پر اس کی قیمت پڑتی ہے اگر چور نے وہ شے کھالی ہو یا اپنے اختیار سے ہلاک کر دی ہو تو اس وقت حنفیہ میں بھی آپس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ قیمت دینی پڑے گی بعض کہتے ہیں نہیں۔ زنا دوسری قسم سے ہے اس میں بندے کا حق بھی ہے مگر خدائی حق اس میں غالب ہے بندے کا حق اس لئے ہے کہ جس کی بیٹی۔ بہن۔ یا بیوی سے زنا ہوتا ہے اس میں اس کی بے عزتی ہے۔ مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۵۶ میں حدیث ہے۔

ایک جوان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زنا کی اجازت مانگی۔ صحابہؓ نے اس کو ڈانٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے نزدیک کر کے فرمایا تو اپنی ماں یا بیٹی یا بہن یا پھوپھی یا خالہ کے لئے پسند کرتا ہے کہا خدا کی قسم نہیں۔ آپ نے فرمایا لوگ بھی پسند نہیں کرتے۔

جس سے آپ کی یہ غرض تھی کہ جس سے تو ایسا فعل کرے گا وہ کسی کی کچھ لگتی ہوگی پس جو بات تو اپنے لئے پسند نہیں کرتا لوگوں کے لئے تو کس طرح پسند کرتا ہے وہ اپنی بات پر نادم ہوا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا کی اور فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَطَھِّرْ قَلْبَہٗ وَاَحْصِنْ فَرْجَہٗ یعنی اے اللہ! اس کا گناہ معاف کر دے اور اس کا دل بُرے خیالات سے پاک کر دے۔ اور اس کی شرمگاہ کو حرام سے بچا لے!

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس میں بندے کا حق ہے ایک اور حدیث میں ہے جو مشکوٰۃ باب الکبائر میں ہے کہ بہت بڑے کبائر سے یہ ہے کہ تو اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اس میں بندے کا حق ہے جس سے اس گناہ میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ ہمسایہ کا حق چونکہ زیادہ ہے اس لئے عام لوگوں کی بیویوں سے زنا اتنا جرم نہیں جتنا ہمسایہ کی بیوی سے زنا کا ہے اور ظاہر ہے کہ قریبی کا حق ہمسایہ سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے جبرئیل نے مجھے

ہمسایہ کی بابت اتنی وصیت کی کہ میں نے خیال کیا کہ اس کو وارث بنادے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قریبی ہمسایہ سے بڑھ کر ہے کیونکہ قریبی وارث ہوتا ہے۔ ہمسایہ وارث نہیں ہوتا۔ پس قریبی کے ساتھ ایسا فعل ہمسایہ سے بھی زیادہ ہوا مگر باوجود اس کے خدائی حق اس میں غالب ہے اس لئے بندہ اپنی بیوی یا لونڈی سے زنا کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اور ایک حدیث میں ہے آپ نے فرمایا میں سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں اور خدا مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے اور اسی لئے اس نے فواحش کو حرام کیا ہے (مشکوٰۃ باب اللعان) ایک حدیث میں ہے کہ خدا کو اس بات کی بڑی غیرت آتی ہے کہ اس کا بندہ یا بندی زنا کی مرتکب ہو۔ (مشکوٰۃ باب صلوٰۃ الخسوف)

پس جب اس میں خدا کا حق غالب ہوا تو خوشی محمد خیر دین سے اس طرح انتقام نہیں لے سکتا کہ اس کی بیوی سے زنا کرے اور جب خوشی محمد خود نہیں لے سکتا تو اس کا بھتیجا علی محمد کس طرح لے سکتا ہے غرض اپنا حق انسان بے شک وصول کر سکتا ہے مگر جب خدا کی حق تلفی ہو یا کسی دوسرے بھائی کا نقصان غالب ہو۔ تو اس صورت میں اجازت نہیں پس علی محمد نے جو کچھ کیا ہے وہ اگرچہ انتقام کی نیت سے کیا ہے مگر یہ نیت اس کو زنا کی سزا سے رہائی نہیں دے سکتی۔ زنا کی سزا ایک تو رجم ہے وہ تو اس ملک میں مشکل ہے دوسری یہ کہ اس عورت کو اس پر حرام کر دیا جائے اور اس کو اس عورت پر جیسے ایک عورت نے اپنے غلام سے نکاح پڑھ لیا تھا تو حضرت عمرؓ نے اس عورت پر تمام خاوندوں کو حرام کر دیا منتخب کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۱۹ اور اختیارات ابن تیمیہؒ صفحہ ۱۴۷ میں ہے۔ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ فَرَّقَ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَتِهِ فَقَدْ زَنَا بِهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَالْحَسَنِ وَالنَّخَعِيِّ أَنَّهُ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا۔ انتہی۔ یعنی حضرت علیؓ نے ایک مرد عورت کی (نکاح کے بعد) جدائی کرادی اور مرد نکاح سے پہلے اس عورت سے بدکاری کر چکا تھا۔ اور جابر بن عبداللہؓ حسن بصریؒ۔ ابراہیم نخعیؒ سے بھی مروی ہے کہ دونوں کے درمیان جدائی کرادی جائے جب زانی زانیہ کے درمیان نکاح کے بعد بھی جدائی کا حکم ہے۔ تو پہلے نکاح کی اجازت کس طرح دی جا سکتی ہے ہاں خالص توبہ کے بعد نکاح کی اجازت ہو سکتی ہے مگر رحیم بی بی کا خاوند موجود ہے اس لئے توبہ کے بعد بھی اجازت نہیں۔ پہلے رحیم بی بی اپنے خاوند دین محمد سے فیصلہ کرے پھر نکاح کا نام لے اگر رحیم بی بی خالص توبہ کر کے علی محمد سے بے تعلق ہو چکی ہے تو پھر دین محمد کو رحیم بی بی کے چھوڑنے پر شرعا

مجبور نہیں کرتی اگر اس کی نیت آباد کرنے کی ہو تو بے شک آباد کرے اگر آباد کرنے کی نیت نہ ہو تو پھر شرع اس کو چھوڑنے پر مجبور کرتی ہے قرآن مجید میں ہے ولا تمسکوهن ضرارا لتعتدوا ۔ یعنی دکھ دینے کے لئے عورتوں کو نہ روک رکھو۔

اگر دین محمد تنگ کرنے سے باز نہ آئے تو بے شک رحیم بی بی کو فسخ کا اختیار ہے جو پنچایت وغیرہ کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔ اگر رحیم بی بی نے خالص توبہ نہ کی ہو تو اس صورت میں بھی شرع دین محمد کو مجبور کرتی ہے کہ رحیم بی بی کو چھوڑ دے ورنہ دیوث ہوگا۔ جس کی بابت حدیث میں آیا ہے کہ وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ اور قرآن مجید میں ہے وحرم ذالک علی المومنین یعنی مومنوں پر مشرکہ اور زانیہ حرام ہے امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے ہاں اس صورت میں پنچایت کا سارا زور دین محمد پر نہیں بلکہ رحیم بی بی پر ہوگا۔ کیونکہ اصل مجرم وہی ہے اس کو دین محمد سے جدا کر کے توبہ کرانی چاہیئے۔ پھر خالص توبہ کے بعد دین محمد آباد کرے یا چھوڑ دے ۔

عبد اللہ امرتسری روپڑی

حقوق والدین کی اہمیت

سوال۔ زید کے دو لڑکے جوان ہیں جن کو زید نے پرورش کرنے کے علاوہ تعلیم سے بھی بہرہ ور کرایا اور بالغ ہونے پر بہت سا روپیہ صرف کر کے ان کی شادیاں کیں۔ اب دونوں لڑکے زید سے نہایت گستاخی سے پیش آتے ہیں۔ فحش گالیاں دیتے ہیں وہ زید کی جائیداد سے محروم الارث ہونے کے قابل ہیں یا نہیں ؟

جواب۔ قرآن مجید میں ہے،

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (پارہ ۱۵ رکوع ۳)

خدا نے حکم دیا ہے کہ بجز خدا کسی کی پوجا نہ کرو۔ اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اگر ایک یا دونوں تیرے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے سامنے اُف نہ کر اور ان کو اچھی بات کہہ اور شفقت کی وجہ سے ان کے سامنے انکساری کا بازو جھکائے رکھ اور کہہ اے میرے رب ان پر رحم کر جیسے بچپن

میں انہوں نے میری تربیت کی۔

حدیث میں ہے۔

۱۔ اَلْکَبَائِرُ الْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَ عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَ قَتْلُ النَّفْسِ وَ یَمِیْنُ الْغَمُوْسِ رواہ البخاری (مشکوٰۃ باب الکبائر)

کبیرہ گناہ یہ ہیں۔ خدا کے ساتھ شرک والدین کی نافرمانی کسی کا ناحق خون۔ جھوٹی قسم

۲۔ رغم انفہ رغم انفہ رغم انفہ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ مَنْ اَدْرَکَ وَالِدَیْہِ عِنْدَ الْکِبَرِ اَحَدَھُمَا اَوْ کِلَیْھِمَا ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّۃَ (رواہ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ذلیل ہو گیا۔ ذلیل ہو گیا۔ کہا گیا کون۔ فرمایا جس کے پاس والدین سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں پھر وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں نہیں گیا۔

۳۔ مِنَ الْکَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَیْہِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ ھَلْ یَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَیْہِ قَالَ نَعَمْ یَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ اَبَاہُ وَ یَسُبُّ اُمَّہٗ متفق علیہ۔ مشکوٰۃ

کبیرہ گناہوں سے ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے فرمایا ہاں جو دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ دوسرے کی ماں کو گالی دیتا ہے وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو گویا اس نے خود اپنے والدین کو گالی دی۔

۴۔ ابن ماجہ اور ترمذی میں ہے ایک شخص ابو الدرداءؓ کے پاس آیا اور کہا میری بیوی ہے اور میری ماں کہتی ہے اسے طلاق دیدے ابو درداءؓ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے والدہ جنت کے بہتر دروازوں سے ایک دروازہ ہے مرضی ہو اس دروازہ کی حفاظت کر مرضی ہو ضائع کر دے۔

۵ ترمذی اور ابوداؤد میں ہے ابن عمرؓ کہتے ہیں میرے نکاح میں عورت تھی میں اس کو دوست رکھتا میرے والد عمرؓ اس کو برا سمجھتے۔ کہا اس کو طلاق دیدے میں نے انکار کیا میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس کا ذکر کیا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو طلاق دیدے۔

۶۔ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ الذُّنُوْبِ یَغْفِرُ اللّٰہُ مِنْھَا مَا شَاءَ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَیْنِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام گناہوں سے جو چاہے خدا معاف کر دیتا ہے مگر والدین کی نافرمانی قابلِ معافی نہیں۔ خدا اس کی سزا دنیا میں ہی مرنے سے پہلے دیتا ہے۔ اس قسم کی احادیث بہت ہیں جن میں والدین کا حق بڑا جتلایا گیا ہے اور نافرمانی کی صورت میں انسان سخت خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

رہا عاق کرنے کا مسئلہ سو وہ بھی انہی احادیث سے معلوم ہو گیا۔ کیونکہ جب والدین کا حکم اولاد کے مال اور اہل وعیال پر چل سکتا ہے تو اپنے مال میں والدین کو بطریق اولیٰ ہر طرح کا اختیار ہو گا۔ مگر اتنی بات ہے کہ زندگی میں صحت کے وقت جس طرح چاہے تصرف کرے خواہ سارا کھالے یا کسی کو دیدے مرض الموت میں تہائی سے زیادہ تصرف کا اختیار نہیں کیونکہ اس وقت مال سے وارثوں کا تعلق ہو جاتا ہے خواہ اولاد ہو یا کوئی اور خواہ نافرمان ہو یا فرمانبردار ہاں وارث کافر ہو تو وہ محروم ہیں۔ ان کو وراثت نہیں ملتی۔

عبداللہ امرتسری روپڑی یکم مئی ۱۹۳۹ء ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ

بیوی اور والدہ

سوال ۔ بیوی کا حق زیادہ ہے یا والدہ کا؟

جواب ۔ مشکوٰۃ میں ہے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا میری بیوی ہے اور میری ماں مجھے اس کی طلاق کا حکم دیتی ہے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ والد جنت کے دروازوں کا بہتر دروازہ ہے اب مرضی ہے اس دروازے کی حفاظت کرے یا ضائع کر دے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ والدین کا حق بیوی سے زیادہ ہے خدا عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

عبداللہ امرتسری روپڑی

والدین اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی

سوال ۔ میری والدہ مجھ سے اس لئے ناراض رہتی ہے کہ میں لوگوں کی برائیاں بیان نہیں کرتا اور لوگوں کی بلا وجہ باتیں کرنا اور ان کی غیبت کرنا گناہ ہے والدہ صاحبہ کی ناراضگی میں میری نجات

ہو جائے گی۔ محمد اسماعیل بھوانی پور

جواب۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

یعنی ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ احسان کی وصیت کی ہے اگر ماں باپ کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ کسی شے کو شریک کرے جس پر تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو ان کا کہا نہ مان۔ تمہارا لوٹنا میری طرف ہے پس میں تمہارے اعمال کی خبر دوں گا۔ حدیث میں ہے لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔ یعنی خدا کی نافرمانی میں مخلوق کی تابعداری نہیں ہے اس آیت و حدیث سے معلوم ہوا کہ جب ماں باپ گناہ پر آمادہ کریں تو پھر ان کی کوئی تابعداری نہیں۔ سعد بن وقاص جب مسلمان ہوئے تو ان کی ماں نے قسم کھائی جب تک سعد اسلام کو نہ چھوڑے نہ میں کچھ کھاؤں پیئوں گی نہ سایہ میں بیٹھوں گی یہاں تک کہ اس طرح جان دیدوں گی سعدؓ نے کہا کہ اے ماں! اب تو تیری ایک جان اس طرح نکلے گی اگر سو جانیں ہوں اور ایک ایک اس طرح پر نکلے لیکن سعد اسلام سے نہ پھرے گا۔ آخر ماں نے مجبوراً اپنی قسم توڑ دی خدا تعالیٰ نے اس بارہ میں آیت مذکورہ وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ آخر اتار دی۔

پس آپ بھی خدا کی نافرمانی کی صورت میں ماں کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہ کریں۔ لوگوں کی باتیں چغلی غیبت وغیرہ سب حرام ہیں ماں ناراض ہوتی ہے تو ہونے دو۔ ان باتوں کا پرہیز ضروری ہے نیز ماں کو اتنا دو جتنا اس کے برتنے میں آجائے زیادہ دینے سے وہ گیارہویں وغیرہ میں خرچ کرے گی جو حرام ہے اگر تھوڑا دینے کی صورت میں بھی وہ اپنی ضروریات سے بچا کر گیارہویں وغیرہ میں خرچ کردے تو پھر آپ پر کوئی گناہ نہیں۔ اس کا گناہ اسی کے ذمہ ہے آپ احسان کا دروازہ بند نہ کریں کیونکہ ماں باپ خواہ مشرک ہوں تو ان کے ساتھ بھی احسان سلوک ضروری ہے۔

عبداللہ امرتسری۔ روپڑی

امین امانت کو اس کے مالک کے حوالہ کرے یا مظلوم کے

سوال۔ ایک امین کے پاس یکصد روپیہ امانت ہے امین کو معلوم ہے کہ اس نے فلاں آدمی

کا کیمصد روپیہ دبایا ہوا ہے امین امانت کا مال مغصوب منہ (جس کا روپیہ دبایا ہوا ہے) کو دے سکتا ہے یا موتمن امانت رکھنے والے کو دیوے۔

جواب۔ حدیث میں ہے۔ عَلَى الْيَدِ مَا اَخَذَتْ حَتّٰى تُؤَدِّيَ۔ رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجۃ (مشکوٰۃ باب الغصب والعاریۃ) جو کچھ ہاتھ نے لیا ہے وہ اس کے ذمہ ہے یہاں تک کہ ادا کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس راستے کوئی شے آئی ہو اسی راستے ادا ہوتی ہے اس کی بجائے کسی اور کو دے دینا ادائیگی نہیں ہاں ایک صورت ہے وہ یہ کہ جس کا روپیہ اس نے دبایا ہوا ہے وہ پنچایت میں اس پر دعویٰ کرے کہ اتنا روپیہ اس نے میرا دینا ہے اور پنچایت اس کو بلا کر اس سے بیان لے اگر اقرار کرلے تو بہتر ورنہ مدعی اپنی شہادت پیش کرے اگر مدعی شہادت پیش نہ کرسکے تو مدعی علیہ سے قسم لی جائے کہ کیا تو نے اس کا روپیہ نہیں دینا؟ کیا تیرے پاس اس کا کوئی حق نہیں اگر قسم نہ کھائے تو پنچایت اس پر ڈگری کردے اور اس سے کہے کہ مدعی کا روپیہ ادا کردے اگر ادا کردے تو بہتر ورنہ جس سے اس نے لینا ہے اس سے دلوا دے گویا یہ ایسا ہو جائے گا۔ جیسے کسی کی قرقی ہوتی ہے کیونکہ پنچایت کا فیصلہ بحیثیت حاکم ہونے کے ہوگا۔ اور حاکم اس سے جبراً دلوا سکتا ہے خواہ اس کی شے اس کے پاس ہو یا کسی دوسرے کے پاس ہو۔ عبداللہ امرتسری روپڑی

یتیموں کا بیان

یتیموں سے حق بخشوانا

سوال۔ زید و بکر حقیقی بھائی ہیں زید فوت ہوگیا۔ اس کی تین لڑکیاں نابالغہ ہیں۔ برادری نے ان کا ترکہ میں سے حصہ بکر کے پاس بطور امانت رکھا۔ سوال یہ ہے کہ بکر امین لڑکیوں کی امانت سے بلوغت کے بعد بخشوا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَابْتَلُوا الْيَتَامٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ